خواجہ شکیل احمد

کشمیر میں مغل باغات

جب مسلمان وسط ایشیا اور ایران سے ہندوستان آئے تو انہیں اپنے جمالیاتی ذوق کی تسکین کے لیے کوئی چیز نظر نہ آئی' انہوں نے اپنے مذاق کے بموجب اس ملک کو ڈھالنا شروع کیا ابتدا میں یہاں کی آب و ہوا اور سطح زمین کی ساخت نے حوصلہ شکن حالات پیدا کئے مگر یہ مسلمان باہمت تھے۔ انہوں نے اپنی کوششیں جاری رکھیں اور آخرکار یہاں کے حالات پر قابو پا لیا۔ ان مسلمانوں نے نخل بندی' چمن سازی' باغبانی اور زراعت کو فروغ دیا۔ ہندوستانی فنون لطیفہ کے ماہرین کا کہنا ہے کہ ہندوستانی آرٹ میں تیموریوں کا سب سے زبردست اور غیر فانی کارنامہ چمن سازی اور گلشن آرائی ہے۔

مغل شہنشاہ اکبر نے جب کشمیر پر قبضہ کیا تو تیموریوں کو کشمیر جانے کا موقع ملا اس علاقہ کو انہوں نے اپنے خیالوں کی سرزمین پایا۔ انہیں وہاں وہ سارا حسن نظر آیا جو وہ اپنے آبائی وطن وسط ایشیا میں چھوڑ آئے تھے۔ انہوں نے کشمیر کے خوبصورت خطہ کو سنوارنے کا کام شروع کیا اور چمن سازی و گلشن آرائی کے فن کو کشمیر کے کونے کونے میں پھیلا دیا۔ رام چند کاک اپنی تصنیف "Ancient Monuments of Kashmir" میں رقم طراز ہیں کہ

> "The valley of Kashmir provided a magnificent field for the garden planning genius of Imperial Mughals. Its salubrity of climate, its inexhaustible supply of water, its grassy alluvial mountain slopes presented opportunities which the emperors certainly did not neglect. Some of the most charming spots in a valley which itself has deservedly obtained the title of the paradise of the Indies" were selcted for gardens.(1)

شہنشاہ اکبر نے لاہور اور کشمیر میں کئی باغ لگوائے۔ جہانگیر جو فنون لطیفہ کا دلدادہ ہونے کے ساتھ ساتھ باغوں اور گلزاروں کا شیدائی تھا اس نے بھی کشمیر میں باغات بنوائے جن میں کشمیر کا شالامار اور ویری ناگ مشہور ہیں۔ شاہ جہاں گو کہ عمارات کا دلدادہ تھا لیکن مناظر فطرت

سے بھی اسے بہت لگاؤ تھا۔ اس نے بھی ہندوستان کے کئی دوسرے علاقوں کی طرح کشمیر میں باغات لگوائے۔ شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر نے بھی ورثہ میں پائے ہوئے مذکورہ شوق کی بدولت باغات لگوائے۔ کشمیر میں اورنگ آباد باغ اسی کے نام سے موسوم ہے۔

مغل شہنشاہوں نے سمرقند' بخارا' بدخشاں' کابل' قندھار اور ایران سے بہت سے پہاڑی درخت' قسم قسم کے پھل دار پودے رنگ رنگ کے خوبصورت اور نازک پھول اور طرح طرح کے پودے منگوا کر اس خطے میں لگوائے۔ تیموریوں کے وقت میں محمد قلی کشمیر کے باغات کا داروغہ تھا۔ اس نے کابل سے شاہ آلو منگوا کر پیوند لگایا جس میں اسے خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اسی طرح سیب' ناشپاتی اور بیسیوں قسم کے پھل کشمیر میں لگوائے گئے ان کوششوں سے کشمیر میں مختلف اقسام کا سیب پیدا ہونے لگا۔

تیموریوں نے جس علاقے میں جو صلاحیت دیکھی اسے خوب ترقی دی۔ کشمیر پھلوں اور پھولوں کا گھر تھا اسے بھی تیموریوں نے خوب فروغ دیا۔ پروفیسر علم الدین سالک اپنے مضمون "تیموری باغات کی خصوصیات" میں ملا عبدالمجید لاہوری کی تصنیف "بادشاہ نامہ" کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ:

"کشمیر کے بعض پھل ولایت سے بہتر ہوتے ہیں ان میں سے ایک گیلاس ہے جو مٹھاس اور بالیدگی میں کابل کے شاہ آلو سے بہتر ہوتا ہے۔ سیب بڑا بڑا اور رنگین ہوتا ہے۔ ناشپاتی اس حد تک نازک اور سیراب ہوتی ہے کہ ٹھٹھر تک نہیں پہنچ سکتی۔ خربوزہ اگر خراب نہ ہو تو کابل کے خربوزہ جیسا ہوتا ہے۔ تربوز بہت بڑا اور میٹھا ہوتا ہے۔ شفتالو لطافت و نزاکت میں کابل کے شفتالو کی طرح ہوتا ہے۔ مختلف قسم کے زرد آلو بڑی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں' توت بیدانہ بڑی کثرت سے پیدا ہوتا ہے مگر کابل کے بیدانے کے برابر نہ ہوتا' انار پیدا ہوتا ہے مگر کچھ ایسا اچھا نہیں ہوتا۔ بادام اور پستہ بھی ہوتا ہے۔ اخروٹ جس کثرت سے یہاں پیدا ہوتا ہے کسی اور مقام پر اتنی بڑی مقدار میں پیدا نہیں ہوتا۔ اخروٹ کا تیل چراغ میں جلایا جاتا ہے۔ یہاں کی مرطوب آب و ہوا میں انگور میٹھا نہیں ہوتا۔ بادشاہ کے حضور میں بعض پھل پیش ہوئے جن میں شاہ آلو کا وزن ایک مثقال سیب ستاون مثقال اور زرد آلو انیس مثقال تھا۔"(۲)

کشمیر کی جمالیاتی ترقی کی معراج شاہجہان کا زمانہ تھا۔ اس نے وہاں باغات لگوائے۔ پرشکوہ عمارتیں بنوائیں اور اس کی خوبصورتی میں اضافہ کیا۔ آج وہاں کا ذرہ ذرہ اس کی شوکت و عظمت کی داستان اور جاہ و جلال کا افسانہ سنا رہا ہے۔ آنکھیں دیکھتی ہیں اور دل محسوس کرتا

ہے۔ اسی طرح شاہجہان نے کشمیر کی نظر فریب وادی کو آراستہ و پیراستہ کر کے مجسم نگار خانہ بنا دیا۔

فصیل بندی تیموری باغ کے لیے نہایت لازمی ہے۔ ایران و ترکستان میں تمام باغوں کے گرد معمولی چار دیواری ہوتی تھی۔ اس کے بغیر کوئی باغ مکمل نہیں ہوسکتا تھا مگر تیموریوں کی جدت پسندی نے اس میں بھی بہت کچھ ایزادیاں کیں۔ انہوں نے چار دیواری کو مستحکم فصیل سے بدل دیا یہ عموماً مستطیل خوبصورت اینٹوں سے بنائی جاتی تھی اور اس کو زیادہ مضبوط کرنے کے لیے اس پر سرخ یا سفید چونے کا پلستر کر دیا جاتا تھا وہ اسی پر ہی اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ اس کے چاروں کونوں پر ہشت پہلو برج بنا کر اس کے حسن کو چار چاند لگا دیتے تھے۔ ان برجوں کے اوپر چڑھنے کے لیے سیڑھیاں اور بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی جاتی تھی۔ دیوار کے ایک سرے سے لے کر آخر تک مضبوط کنگرے لگا دیے جاتے تھے۔ زمانے کے ساتھ ساتھ فصیل کی شکل و صورت میں تبدیلیاں ہوتی رہیں' یہاں تک کہ ایک وقت آیا جب فصیل میں عظیم الشان دروازے بھی تعمیر ہونے لگے اور ان میں طرح طرح کے نقش و نگار بھی بنائے جاتے تھے۔ یہ نقش و نگار نہایت خوبصورت نفیس اور دلکش ہوتے تھے۔

باغ میں داخل ہونے کے لیے ایک بہت بڑا پھاٹک ہوتا تھا جس کے ساتھ عام طور پر نقار خانہ ایک پہلو میں حمام اور دوسرے میں شاہی نشیمن یا خوابگاہیں ہوتی تھیں۔ ان کی عظمت بنانے والوں کے جاہ و جلال اور قدرت و جبروت کا پتہ دیتی ہے۔ اکثر و بیشتران کی تعمیر میں رنگ سرخ استعمال کیا جاتا تھا۔ نفیس جالی دار پنجرے اس کی شان کو دوبالا کر دیتے تھے۔

کشمیر میں تیموریوں نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ شاہی باغات کا پس منظر نہایت مناسب اور موزوں ہو اس کے لیے وہ اپنے تمام جمالیاتی ذوق کو صرف کرتے اور کوئی ایسا پس منظر تلاش کرتے جس کا جواب اس سارے علاقے میں نہ ہوسکے۔ ڈل کے کنارے کنارے انہوں نے جتنے باغ بنوائے ان سب کا پس منظر پہاڑوں کا سلسلہ لامتناہی ہے جن کا دامن ہرے بھرے درختوں کے جنگلوں سے اٹا ہوا ہوتا ہے جن کی چوٹیاں سال کے اکثر حصہ برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ دامن کوہ میں وہ بہتر موقعہ تلاش کرتے اور راستے اس طرح سے تراشتے کہ خود بخود زینوں کی صورت پیدا ہوتی چلی جاتی۔ ہر زینہ کافی کشادہ' وسیع فراخ اور طویل ہوتا تھا۔ اس پر خاص ڈھب سے چمن بندی کی جاتی' درمیان میں سبزہ زار اردگرد درخت غرض یہ کہ کچھ اس قسم کا منظر پیدا کیا جاتا کہ نگاہیں ہٹنا چاہیں تو ہٹ نہ سکیں۔ توجہ خود بخود جذب ہوتی چلی جائے۔ دور سے دیکھا جائے تو ایسا نظر آئے کہ پہاڑ پر اس کی چوٹی سے دامن تک چمن زار کے زینے بنا

دیے گئے ہیں۔

ان میں بہتے ہوئے پانی کی چادریں کچھ عجیب بہار دیتی ہیں پانی چھوٹی چھوٹی نہروں کی صورت میں باغ کے ہر حصے میں گزرتا تھا۔ جس جگہ قدرتی ندی نالے' چشمے یا دریا میسر نہ آتے وہاں وہ کنویں کھدواتے یا کسی اور مصنوعی طریقے سے پانی کا بندوبست کرتے تھے۔

تیموریوں نے پانی کے انتظام میں ایک عجیب بندوبست یہ بھی کیا کہ بہتی ہوئی نہریں' چلتے ہوئے فوارے اور گرتی ہوئی آبشاریں ان کے ایک معمولی اشارے سے رک جاتے اور چشم زدن میں پھر جاری ہو جاتے۔ اس مقصد کے لیے باغ کے سب سے اوپر کے طبقے میں اس حکمت کی کنجی لگائی جاتی کہ اگر انہیں پانی بند کرنا مطلوب ہوتا تو اسے ایک طرف گھما دیتے تو پانی کے جھرنے بند ہو جاتے اور جب اسے دوسری طرف گھماتے تو پانی پھر جاری ہو جاتا۔

تیموری باغ ہمیشہ مستطیلی یا مربع ہوتے اور ان کے کئی کئی طبقے ہوتے ہر طبقہ برابر کے چار حصوں میں تقسیم ہوتا۔ یہ حصے عام طور پر مربع ہوتے اور ازخود مکمل ہوتے۔ یہ حصے خیاباں کہلاتے ایسا کرنے سے ان کی غایت یہ ہوتی تھی کہ باغ زیادہ دلکش نظر آئے اور درختوں' پودوں اور پھولوں کے تناسب میں آسانی پیدا ہو' ہر خیاباں کی شان جدا جدا ہوتی' کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ ایک ہی باغ کے ایک خیاباں میں لالہ کی کیاریاں ہوتیں۔ دوسرے خیاباں میں گلاب کے خوبصورت پودے ہوتے اور تیسرے میں یاسمین کے پھول کھلے ہوتے اس طرح باغ میں ایک گنگا جمنی منظر پیدا ہو جاتا۔ ان خیابانوں کے گرد بھی پانی کی بہتی ہوئی نہریں اور درخت بکثرت ہوتے تے۔ درخت خاص اہتمام سے لگائے جاتے ان کی بلندی اور پھیلاؤ کا خاص خیال رکھا جاتا اور ان کو برابر فاصلے پر لایا جاتا اس طرح ان کی قطاریں دیکھنے کے قابل بن جاتیں۔

کشمیر میں تیموریوں کے بعض باغ قدرتی چشموں پر واقع ہیں ان میں ویری ناگ' اچھ بل' صفا پور اور چشمہ شاہی کے باغ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ویری ناگ کا باغ ان سب میں ممتاز ہے اور یہی وہ باغ ہے جس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ ہمیشہ شاہانہ توجہ کا مرکز رہا ہے اس لیے اس میں شاہی باغ کی تمام خوبیاں موجود ہیں۔ جہانگیر اور شاہجہاں کے زمانے میں اس باغ میں ردو بدل ہوتے رہے۔ آج ان کے بچے کھچے نشان ملتے ہیں۔ اس باغ میں بعض باتیں ایسی ہیں جو دوسرے باغوں میں نہیں ملتیں۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ چشمہ ویری ناگ کو ہشت پہلو بنایا گیا ہے۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ جب سورج کی شعاعیں اس پر پڑیں تو منعکس ہوں۔ روشنی میں تڑپ پیدا ہو تاکہ یہ خوبصورت چشمہ اور زیادہ خوبصورت بن جائے۔ جو نہر اس سے نکالی گئی ہے اس کی تہہ میں ماہی ہشت جال بنانے میں یہ اہتمام رکھا جاتا تھا کہ جو پتھر

فرش پر بچھائے جائیں وہ خانے دار ہوں تاکہ پانی ان سے ٹکرائے اور جب شعاعیں پڑیں تو ان سے مختلف رنگ پیدا ہوں۔ بعض دفعہ چشموں کی تہہ میں سیاہ رنگ کے پتھر ایسے طریقے سے رکھے جاتے کہ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ پانی میں لہریں اٹھ رہی ہیں اور اس میں زندہ مچھلیاں تیر رہی ہیں یہ اس طرح ہوتا تھا کہ پتھر کے ٹکڑوں کو اس طرح جوڑا جاتا کہ وہ خود بخود پر پیچ و خم ہوتے چلے جاتے اس کے بہترین نمونے اورنگ آباد' کشمیر' آگرہ اور دہلی میں مل سکتے ہیں۔

تیموری اپنے باغوں کا ایک حصہ نگارستان کے لیے وقف کیا کرتے تھے جس میں بادشاہوں کی تصویریں اور دیگر فنون لطیفہ کے اعلیٰ نمونے محفوظ رکھے جاتے تھے۔ کشمیر میں باغ نور افزاء کا ایک حصہ اس مقصد کے لیے وقف تھا۔ یہ باغ ڈل کے کنارے واقع تھا۔ اکبر کے عہد حکومت میں جب قلعہ ہری پربت کی فصیل ڈل تک جا پہنچی تو دولت خانہ کی عمارت کو جو اس کے ساتھ تھی خوبصورت بنانے کے لیے اکبر نے حکم دیا کہ وہاں ایک خوش منظر باغ لگایا جائے یہ باغ دوسرے تیموری باغوں کے مقابلے میں مختصر تھا اکبر اس میں بیٹھ کر مناظر قدرت اور ڈل کے نظارے کا لطف اٹھایا کرتا تھا۔ اکبر کے آخری ایام میں یہ باغ کچھ بے رونق سا ہوگیا تھا۔ چنانچہ جب جہانگیر پہلی مرتبہ سیر کشمیر کے لیے گیا تو اس باغ کی خرابی دیکھ کر ناخوش ہوا۔ اس نے کشمیر کے ناظم معتمد خان کو حکم دیا کہ باغیچہ کو ازسرنو لگائے اور مکانات کو جو خراب ہوچکے ہیں ازسرنو تعمیر کرائے۔ معتمد خان نے پوری کوشش اور مستعدی کے ساتھ کام شروع کیا چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں باغ کو تازہ رونق حاصل ہوگئی۔ باغیچہ میں ایک بلند چبوترہ بنایا گیا اور اسے تین خطوں میں تقسیم کیا گیا۔ پھر بڑے بڑے استادوں کی نادر تصاویر سے اسے سجا کر رشک نگار خانہ چین بنا دیا گیا۔ اب اس باغ کا نام "باغ نور افروز" رکھا گیا۔ اس باغ کے اوپر کے حصے کی دیواروں پر جنت آشیانی ہمایوں بادشاہ اور عرش آشیانی اکبر بادشاہ کی شبیہیں کھینچی گئیں۔ ان کے مقابلے میں جہانگیر اور شاہ عباس صفوی کی تصاویر بنائی گئیں۔ ان کے بعد مرزا کامران مرزا محمد حکیم' شاہ مراد اور سلطان دانیال کی تصاویر تھیں اس کی دوسری منزل میں بڑے بڑے امیروں اور خاص خاص کارندوں کی تصویریں بنوائی گئیں۔ اطراف اور بیرون خانہ میں کشمیر کے راستے اور مناظر کے نقشے کھینچے گئے ایک شاعر نے اس کی تاریخ ان الفاظ میں نکالی۔(۳)

"مجلس شاہان سلیمان حشم"

تیموریوں کے لگائے ہوئے باغات میں سے چند ایک کشمیر میں اب بھی موجود ہیں۔ ان کی فضا ویسی ہی ہے اور ان کی آرائش و زیبائش بدستور قائم ہے۔ زمانے کے انقلاب اور حادثوں

نے ہر چیز پر اپنا اثر ڈالا مگر مذکورہ باغات اپنے روح پرور نظاروں اور اطمینان بخش ماحول کے ساتھ اس انقلاب کے اثرات سے کسی قدر محفوظ ہیں سورج کی سنہری کرنوں اور چاند کی چاندنی میں ان کے فوارے جب فضا کے سکون میں تلاطم پیدا کرتے ہیں تو دیکھنے والا بے ساختہ کہ اٹھتا ہے۔

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمیں است و ہمین است و ہمیں است

وادی کشمیر میں تیموری شہنشاہوں نے جو باغات تعمیر کروائے ان میں کچھ باغات ایسے ہیں جو اب صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہیں اور ان کا نشان تک نہیں ملتا اور کچھ باغات ایسے ہیں جو اب بھی اپنی خوبصورتی، پہچان اور تاریخی پس منظر کے ساتھ موجود ہیں ان باغات میں سے چند ایک کا تعارف حسب ذیل ہے :

باغ اچھ بل

اننت ناگ (اسلام آباد) کے جنوب مشرق میں تقریباً ۹ کلو میٹر کے فاصلے پر اچھ بل کا قدیم چشمہ ہے جو کہ ہندوؤں کے لیے ایک مقدس تیرتھ ہے۔ اچھ بل کا نام اس کے آباد کرنے والے ہندو راجہ اکھشہ کے نام سے مشہور ہوا جو کہ ۱۵۷ء سے ۱۳۱ء تک کشمیر کا حکمران رہا۔ نیل مت پور ان میں اچھ بل کے چشمے کا نام اکھش پال ناگ لکھا گیا ہے۔ اس چشمے کے پانی کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے ابو الفضل آئین اکبری میں تحریر کرتا ہے کہ ”اگر بیمار اس چشمے کا پانی پیئے تو اس کی صحت بہتر ہو جاتی ہے۔“

مذکورہ چشمے کی اہمیت اس وقت کئی گنا بڑھ گئی جب ملکہ نور جہاں نے ۱۶۲۰ء میں چشمے کے سامنے ایک باغ بنوایا اور اس کا نام بیگم آباد رکھا۔ یہ ایک نہایت شاندار باغ تھا اس کو ”صاحب آباد“ بھی کہا جاتا تھا لیکن اب صرف اچھ بل مستعمل ہے یہ باغ ۴۶۷ فٹ لمبا اور ۴۵۰ فٹ چوڑا ہے۔ اس کے اردگرد پتھر کی ایک فصیل تعمیر کی گئی تھی۔ چشمہ پر ایک بارہ دری بنوائی گئی تھی جو کہ گر چکی ہے۔ اب صرف اس کی محرابیں ہی موجود ہیں۔ اچھ بل باغ کے تین طبقے ہیں۔ اس کا تیسرا طبقہ اب بہت چھوٹا ہوگیا ہے کیونکہ اس کا کافی حصہ سڑک کی تعمیر میں استعمال ہوگیا ہے۔ اس دست برد کے بعد بھی باغ کے قدرتی حسن میں کمی واقع نہیں ہوئی۔ اچھ بل کشمیر کے مغل باغات میں سب سے اہم اس لیے بھی ہے کہ یہ سب سے چھوٹا ہونے کے باوجود پر رونق اور پر بہار ہے۔(۴) اس باغ میں موجود آبشاریں اس کے حسن میں چار چاند لگا دیتی ہیں اور خاص طور پر چاندنی راتوں میں اس کا نظارہ بڑا ہی روح پرور ہوتا ہے۔ باغ کے تین

طبقوں کے علاوہ ایک پرانے حمام کے آثار بھی یہاں موجود ہیں۔ باغ میں دو حوض ہیں جن میں ایک ۱۸۸ فٹ لمبا اور ۴۷ فٹ چوڑا ہے۔ جبکہ دوسرا حوض ۸۰ فٹ مربع ہے۔ ڈوگرہ عہد حکومت میں باغ اچھ بل کی بوسیدہ دیوار کی مرمت کروائی گئی یہ کام راجہ گلاب سنگھ نے کروایا جوکہ ۱۸۴۶ء سے ۱۸۵۶ء تک کشمیر پر حکمران رہا۔ اس باغ میں پھلدار درختوں کو بڑی تعداد میں لگوایا گیا جن میں سیب' آڑو' خوبانی' چیری اور شفتالو کے درخت شامل تھے۔ اس کے علاوہ بے شمار پھول پودے اس باغ کی رونق کو بڑھانے کے لیے لگائے گئے۔(۵) چشمہ اچھ بل کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے کہ جو پانی اس میں سے نکلتا ہے وہ برنگی ندی کا ہے جو اس کے پیچھے ایک مقام میں غائب ہو جاتی ہے۔(۶)

باغ احسن آباد

ظفر خان احسن جو مغلوں کے عہد میں کشمیر کا دو مرتبہ گورنر رہا (پہلی مرتبہ ۱۶۳۴ء سے ۱۶۴۱ء تک اور دوسری مرتبہ ۱۶۴۳ء سے ۱۶۴۷ء تک) اسے باغات بنانے کا بڑا شوق تھا اس نے محلہ احسن آباد میں ایک باغ لگوایا۔ اس باغ میں سنگ مرمر سے بنی ہوئی ایک مسجد بھی ہے۔ ظفر خان احسن نے ان باغات کے حسن کو دوبالا کرنے کے لیے دور دور سے میوہ دار درخت اور پھول دار پودے منگوا کر لگوائے۔(۷)

باغ ارادت خان

شہنشاہ جہانگیر نے ارادت خان کو کشمیر کا گورنر بنا کر بھیجا جوکہ اس عہدے پر ۱۶۱۹ء سے ۱۶۲۲ء تک فائز رہا۔ ارادت خان نے اپنے عہد میں کشمیر میں ناوپور (سری نگر) کے قریب سونتھ بٹ کے مقام پر ایک باغ لگوایا۔ اس باغ میں ارادت خان نے ایک عالیشان آرامگاہ بھی تعمیر کروائی اس میں لکڑی کا بڑا نفیس کام کیا گیا تھا۔ جب باغ اور آرام گاہ مکمل ہوچکی تو ارادت خان نے اس کے بنانے والے ماہر استاد کو بہت سے انعام و اکرام سے نوازا اور ساتھ ہی ساتھ اس کے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا بھی کاٹ دیا تاکہ وہ کسی اور جگہ اس جیسی خوبصورت عمارت نہ بنا سکے۔(۸)

باغ اورنگ آباد

اننت ناگ (اسلام آباد) سے ۱۱ کلو میٹر دور جنوب کی جانب ایک چشمہ ہے اس کے کنارے مغل شہنشاہ اورنگ زیب نے ایک باغ کی تعمیر کا حکم دیا یہ باغ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ

سکا۔ اورنگ زیب کے بعد سلطنت زوال پذیر ہوئی اور بعد کے مغل حکمرانوں میں کوئی کشمیر نہ آسکا۔ لیکن اس باغ کے آثار ہمیں آج بھی ملتے ہیں۔(۹)

باغ بحر آرا

مغلیہ عہد کا یہ باغ جھیل ڈل کے مغربی کنارے پر واقع ہے یہ باغ ملکہ نور جہاں نے بنوایا تھا۔ اس باغ میں ست پور محل بھی بنوایا گیا تھا جہاں سے شہنشاہ جہانگیر اور ملکہ نور جہاں چاندنی رات میں جھیل ڈل کا نظارہ کیا کرتے تھے۔ اس باغ کا قطعہ تاریخ "کاخ بحر آراء" ہے جس سے اس کا سن تعمیر ۱۰۳۲ھ بمطابق ۱۶۶۳ء بنتا ہے۔(۱۰)

اس باغ کو الٰہی باغ کے راستے جوئے شاہی کا پانی لا کر سیراب کیا جاتا تھا۔

باغ پری محل

چشمہ شاہی سے ڈیڑھ میل دور جھیل ڈل کے جنوبی رخ پر ایک بہت بڑی قدیم عمارت کے کھنڈرات موجود ہیں جسے کشمیری پری محل کہتے ہیں۔ اس عمارت کے بارے میں مورخین نے تحریر کیا ہے کہ مغلیہ شہزادہ داراشکوہ نے فلکیات کے مطالعہ کے لیے رصدگاہ بنوائی تھی۔ اس عمارت کے گنبد اور چھت کے کچھ حصے باقی ہیں۔ اس کے ساتھ ایک خوبصورت باغ بھی تھا جو اوپر تلے تین تختوں پر مشتمل تھا۔(۱۱) اس کے درمیانے طبقے میں ایک بالا خانہ ہے جہاں سے پوری ڈل جھیل کا بڑا خوبصورت نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ مذکورہ باغ و عمارات داراشکوہ نے اپنے استاد اخون ملاشاہ کے لیے تعمیر کروائیں تھیں' یہ باغ دیگر مغل باغات سے اس اعتبار سے مختلف ہے کہ اس میں حوض وغیرہ نہیں بنائے گئے۔ اس باغ میں فوارے موجود تھے لیکن ان کو نالیوں کے ذریعے پانی فراہم کیا جاتا تھا۔ اس میں اکثر نالیاں زیر زمین بنائی گئیں تھیں۔

بادشاہی باغ

یہ باغ سری نگر سے ۲۹ میل کے فاصلے پر بیج بیہارہ میں دریائے جہلم کے دونوں کناروں پر شہزادہ داراشکوہ نے تعمیر کروایا اس میں تاریخی چنار آج بھی اپنے سائے اور ٹھنڈک سے لوگوں کے لیے سکون مہیا کر رہے ہیں۔ ایک قدیم چنار کے تنے کا گھیر تقریباً ۵۴ فٹ ہے۔ دریائے جہلم کے کناروں پر تعمیر کئے گئے دونوں حصوں کو ایک پل کے ذریعہ ایک دوسرے سے ملایا گیا تھا۔ اس باغ کو مختلف طبقوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اس میں کچھ تعمیرات بھی کی گئیں تھیں جو کہ اب کھنڈر بن چکی ہیں۔ اس باغ کی دیکھ بھال کی طرف اب خاص توجہ دی گئی ہے اور اس کے

پرانے حسن کو دوبارہ واپس لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسے باغ داراشکوہ بھی کہا جاتا ہے۔(۱۲)

ولیم مور کرافٹ نے اپنے سفر نامے میں باغ داراشکوہ کا تزکرہ کرتے ہوئے اس کے بڑے بڑے چناروں کا تذکرہ کیا ہے۔

باغ جہاں آرا

شہزادہ داراشکوہ نے جھیل ڈل میں ایک جزیرے پر باغ بنوایا اور اس کا نام "باغ جہاں آرا" رکھا۔ افغان عہد میں ایک درویش لعل شاہ اس باغ میں آکر رہنے لگا۔ اس کی مناسبت سے یہ جگہ لعل شاہ کا تکیہ یا شاہ آباد کہلائی جانے لگی۔ مذکورہ باغ کے آثار اب بھی ہمیں وہاں نظر آتے ہیں لیکن یہ ناگفتہ بہ حالت میں ہیں۔

باغ چار چنار

مربع شکل میں بنا ہوا یہ باغ جھیل ڈل کی جنوبی جانب ہے اس کی بنیاد مغلیہ شہزادہ مراد بخش نے ۱۶۴۱ء میں رکھی جبکہ وہ کشمیر کا گورنر تھا۔ اس باغ کے چاروں کونوں پر چار چنار لگے ہیں اور اسی مناسبت سے اس کو باغ چار چنار کہا جاتا ہے۔ اس باغ کے بارے میں فوق لکھتے ہیں۔

"شاہان مغل کے زمانے کے چنار اب تک موجود ہیں۔ گرمیوں میں چنار کی بہار آنکھوں کے سامنے شام کی شفق کا سماں باندھ دیتی ہے اور خزاں میں سرخ چنار پر عجیب عالم ہوتا ہے۔ اس کے رنگ کی شوخی کوسوں دور تک آگ لگا دیتی ہے۔(۱۳)

چوہدری باغ

یہ باغ شہنشاہ اورنگزیب کے زمانے میں چوہدری مہیش نے نشاط باغ کے شمالی کونے کی طرف بنوایا تھا۔ چوہدری مہیش اپنے زمانے کا ایک بڑا رئیس تھا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے ایک ہی جیسے دو باغ تعمیر کروائے تھے۔ ایک مذکورہ باغ تھے۔ دوسرا رینہ واری میں بنوایا تھا جہاں چوہدری مہیش خود قیام پذیر تھا مندرجہ ذیل اشعار میں سے ان باغات کا مادہ تاریخ نکلتا ہے۔

ہست تاریخ ایں خجستہ اساس
بانی پل مہیش شنکر داس
(۱۰۸۵ھ بمطابق ۱۶۷۵ء)

ماده تاریخ شد مصرع پیراستہ
باد پل چوہدری قائم و آراستہ
(۱۰۸۶ھ بمطابق ۱۶۷۶ء)

جس وقت یہ باغات بنوائے گئے اس وقت مغل حکومت کی جانب سے سیف خان کشمیر کا گورنر تھا اب یہ باغات اپنی اصلی شکل میں باقی نہیں ہیں۔(۱۴)

چشمہ شاہی باغ

حیات بخش ٹھنڈے پانی کا یہ چشمہ سری نگر شہر سے ۵ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس چشمے پر مغلیہ عہد میں ایک خوبصورت باغ تعمیر کیا گیا جسے چشمہ شاہی باغ کہتے ہیں۔ مذکورہ باغ شاہجہانی دور کی یادگار ہے۔ شاہجہان کے گورنر علی مردان خان نے ۱۶۴۲ء میں اس کو تعمیر کروایا۔ قطعہ تاریخ یہ ہے۔

دوش دیدم نشستہ برکوثر
شاہ مردان علی جم جاہی
گفتمش السلام گفت علیک
گفت برگو دگر چہ میخواہی
گفتمش بہر چشمہ تاریخے
گفت برگو کہ' کوثر شاہی

اس باغ کا طول ۱۱۳ گز اور عرض ۴۳ گز ہے۔(۱۵)

اس باغ کے تین تختے ہیں پہلے تختے پر چشمہ ہے جو ایک خوشنما عمارت کے نیچے ہے، دوسرے تختے پر ایک چھوٹا سا حوض ہے جس میں چند فوارے ہیں۔ دوسرے تختے کے نیچے اور تیسرے تختے پر ایک آبشار ہے۔ اس آبشار کی اونچائی ۱۶ فٹ ہے۔ چشمے اور اس کی عمارت کے گرد ایک چار دیواری بھی تعمیر کی گئی ہے جس کی بلندی تقریباً ۷ فٹ ہے۔

حضوری باغ

حضوری باغ امیراکدل سے دو میل مغرب کی جانب سڑک کے کنارے پر ہے یہ باغ دو حصوں میں ہے۔ ایک حصہ کھلے میدان پر مشتمل ہے اور دوسرے حصے کو تراشیدہ پتھروں کی دیوار میں محصور کیا گیا ہے۔ اس چار دیواری کے اندر چاروں اطراف چنار کے پرانے درخت موجود ہیں۔ شعر و ادب سے تعلق رکھنے والے لوگ اس باغ میں شعر و سخن کی محفلیں گرم

کرتے ہیں۔ اس باغ کے طرز تعمیر سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بھی مغلوں کی یادگار ہے مگر اس میں کہیں بھی کوئی کتبہ موجود نہیں جس سے اس کا سن تعمیر معلوم ہوسکے۔ گمان غالب ہے کہ یہ بھی شاہجہان کے کسی گورنر تعمیر کروایا ہوگا۔(۱۶)

باغ حیدر آباد

شاہ جہان کے عہد میں کشمیر کے گورنر علی مردان خان نے اس مقام پر ایک باغ بنوایا تھا۔ نوشہرہ کے قریب بنوائے گئے اس باغ کا نام علی مردان خان نے حیدر آباد رکھا تھا۔ آج کل یہ باغ صرف آثار قدیمہ کی دلچسپی کا باعث ہی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس کی خوبصورتی کا باعث بننے والے عناصر اپنا وجود کھو چکے ہیں۔

باغ دارا محل

شہنشاہ اورنگزیب کے بڑے بھائی داراشکوہ نے اپنے استاد اخون ملا شاہ کے لیے ہری پربت کی جنوبی سمت میں ایک خوبصورت محل بنوایا اس کے ساتھ تراشیدہ پتھروں کی بنائی ہوئی ایک مسجد ہے۔ اس مسجد کے صحن میں ایک شاندار باغ بنوایا گیا جسے باغ دارا محل کہا جاتا ہے۔ اس وقت مذکورہ باغ کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

داروغہ باغ

سری نگر سے اٹھارہ میل دور جھیل مانسبل کے قریب مشرقی حصے میں مغل باغات کے جو آثار ملتے ہیں۔ ان میں داروغہ باغ زیادہ مشہور ہے یہ باغ ملکہ نور جہاں نے ایک خوشنما محل کی شکل میں تعمیر کرایا تھا۔ جب بھی ملکہ جھیل مانسبل کی سیر کو آتی تو اس محل میں قیام کرتی اور مذکورہ باغ کی سیر سے بھی لطف اندوز ہوتی۔ اس باغ کا نام "لالہ رخ باغ" بھی مشہور ہے، مگر کشمیر میں اس کا قدیم نام داروغہ باغ ہی ہے۔(۱۷)

باغ درشنی

شہنشاہ اکبر نے جب کشمیر کو اپنی قلمرو میں شامل کرلیا تو اس نے سری نگر میں ہری پربت پر ایک محل بنوایا اور جھیل ڈل کے کنارے تک ایک باغ بھی تیار کروایا اس خوبصورت باغ کا نام "درشنی باغ" مشہور ہے۔ اس میں اکبر اعظم لوگوں سے ملاقات کیا کرتا تھا۔ لوگوں کو درشن دینے کی مناسبت سے ہی شاید اس کا نام درشنی باغ پڑا۔ اس میں چمن بندی کروا کر خوبصورت

حوض بھی بنوائے گئے اور فوارے لگائے گئے۔ اس کا مادہ تاریخ "باغ" کہا گیا۔ اس کے مطابق اس کا سن تعمیر ۱۰۰۳ھ بمطابق ۱۵۹۴ء ہے یہ باغ اپنی خوبصورتی کھو چکا ہے اور اب اس کے آثار ہی ہری پربت پر تلاش کیے جاسکتے ہیں۔

باغ دلاور خان

شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں دلاور خان ۱۶۱۸ء سے ۱۶۲۰ء تک کشمیر کا گورنر رہا۔ دلاور خان نے اپنے قیام کشمیر کے دوران ایک شاندار باغ تعمیر کروایا جو آج تک باغ دلاور خان کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں بڑے سایہ دار چنار آج بھی اس کی خوبصورتی میں اضافہ کا باعث ہیں۔ آج کل اس باغ کے ایک حصے میں ایک سکول قائم ہے جس کا نام باغ دلاور ہائی سکول ہے۔(۱۸)

باغ سیف آباد

نسیم باغ کے شمالی حصے میں ایک اور باغ کے کھنڈرات ہیں۔ اس کا نام باغ سیف آباد ہے اسے ہبک باغ بھی کہتے ہیں یہ باغ اورنگزیب عالمگیر کے عہد میں ایک گورنر سیف خان نے تعمیر کروانا شروع کیا۔ سیف خان (۱۶۶۴ء سے ۱۶۶۷ء) نے اپنے عہد گورنری میں اس باغ کی تعمیر کا کام شروع کروایا لیکن مرکز کی طرف سے بلاوا آجانے کی وجہ سے سیف خان اس باغ کو مکمل نہ کروا سکا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ سیف خان ایسا شاندار اور وسیع و عریض باغ بنوانا چاہتا تھا جو شالا مار اور نشاط باغ سے بہتر ہو۔ اس باغ کا پانی مہیا کرنے کے لیے سندھ ندی سے باغ تک ایک نہر نکالنے کا کام بھی شروع کیا گیا لیکن ابھی اس باغ کے تختے ہی تیار کروائے گئے تھے کہ طلبی کا پروانہ آ پہنچا اس باغ کے جس قدر آثار نظر آتے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر سیف خان کو مذکورہ باغ مکمل کرنے کی مہلت مل جاتی تو یہ باغ بلاشبہ ایک عظیم الشان اور عدیم المثال باغ ہوتا۔ سکھوں کے عہد میں اس باغ کے اندر کچھ تعمیرات کروائی گئیں جو کہ ہرگز باغ کے حسن کو دوبالا کرنے کے لیے نہیں تھیں بلکہ وہ شاید کچھ کارخانے وغیرہ تھے۔

شالا مار باغ

شالا مار باغ سری نگر سے تقریباً ساڑھے آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ باغ تو مغلیہ عہد میں بنایا گیا تھا لیکن اس جگہ کی تاریخ بہت پرانی ہے راجہ پرور سین جس کی کشمیر پر ۱۰۲ء سے ۱۶۳ء تک حکومت رہی نے جنگ و جدل سے کچھ فراغت حاصل کی تو ہری پربت کے

دامن میں ایک شہر کی بنیاد رکھی جس کا نام سری نگر یا سوریا نگر رکھا گیا اسی راجہ پروسین نے ہارون کے قریب ایک مقام پر جو کہ نہایت فرحت بخش اور خوش کن تھا۔ اپنے لیے محل بنوایا اس جگہ کا نام شالی مالی تھا۔(۱۹)

اس جگہ پر راجہ کے وزراء نے بھی عمارتیں تعمیر کروائیں لیکن راجہ پردرسین کی وفات کے بعد کسی بھی بادشاہ نے اس مقام کی طرف توجہ نہ دی۔ شہنشاہ اکبر جب کشمیر آیا تو موسم بہار میں شالی مالی کے پرفضا مقام پر آیا۔ اس دور تک مذکورہ جگہ کا نام شالی مار ہو چکا تھا۔

شہنشاہ اکبر نے اس خوبصورت مقام کو زیادہ دل پسند اور مزین کرنے کا ارادہ کر لیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ تالاب ہارون سے ایک نہر نکالی جائے اور آب ڈل کے کنارے پر ایک باغ اسی مقام (شالی مار) کے نام سے تعمیر کیا جائے۔ حکم کی دیر تھی کہ ہارون جھیل کے عین وسط سے ایک نہر نکالی گئی جس کو "جوئے کلاں" کہتے ہیں۔ اور پہاڑ کے دامن میں بلند جگہ پر شالی مار کی تیاریاں ہونے لگیں۔(۲۰)

اکبر اعظم کے بعد جب جہانگیر تخت نشین ہوا تو اس نے ۱۶۲۰ء میں کشمیر کی سیاحت کی اور اپنے والد شہنشاہ اکبر کی قائم کی ہوئی بنیادوں پر باغ کو وسعت دی شہزادہ خرم جو بعد ازاں شاہجہاں کے نام سے تخت نشین ہوا۔ اپنے تعمیرات کے شوق کی بناء پر اس محکمے کا مہتمم اعلیٰ قرار پایا اس نے بڑی لگن، شان و شوکت اور زیب و زینت کے ساتھ شالی مار باغ کی تعمیر مکمل کروائی۔ شہنشاہ نے باغ کا نام "فرح بخش" رکھا۔ ایک درباری شاعر مرزا محمد سلیم نے اس موقع پر قصیدہ لکھا جس کے دو اشعار مندرجہ ذیل ہے:

شنیدم شاه روشن دل جهانگیر
ز عشرت شد چو رونق بخش کشمیر
چوشد دامان دربا جلوه گاهش
بسوئے شالی مار افتاد راهش

مذکورہ باغ کا قطعہ تاریخ مندرجہ ذیل ہے:

چوشد آراسته باغ فرح بخش
بحکم حضرت ظل الٰہی
شهنشاه شهاں شاه جهانگیر
که مشهور است از ما تابماہی
پئے تاریخ ایں گلزار ریحاں

خرد فرمود "فرحت گاہ شاہی" (۱۰۳۱ھ)

شاہ جہاں جب تخت نشین ہوا تو اس نے باغ فرح بخش کو مزید وسعت دی۔ اس نے گل و گلزار، ثمر دار درخت، فوارے، حوض، بارہ دری اور دیگر عمارات تعمیر کروا کر اس کے حسن کو چار چاند لگا دیے۔ اس کے بعد مذکورہ باغ کو "شالی مار" کے بجائے "شالا مار" کہا جانے لگا۔

افغان عہد میں بھی شالا مار باغ کی مرمت و آرائش کا خاص خیال رکھا گیا۔ سکھوں کے عہد میں اس کی طرف دیوان کرپا رام کے علاوہ کسی نے بھی توجہ نہ دی اور باغ کی حالت خراب ہوگئی۔ ڈوگرہ عہد میں بھی سوائے پرتاب سنگھ کے کسی نے بھی باغ کی طرف توجہ نہ دی۔

شالا مار باغ دو حصوں اور چار طبقوں میں منقسم ہے اس کی کل لمبائی ۵۹۰ گز ہے۔ بالائی حصے سے اس کی چوڑائی ۲۶۷ گز اور زیریں جانب سے یہ ۲۷۰ گز چوڑا ہے۔ اس باغ کے گرد ایک دس فٹ اونچی دیوار ہے۔ باغ میں بنائے گئے تختے جو کہ پھولوں اور سبزے سے مزین ہیں، ایک دوسرے سے بلندی پر بنے ہوئے ہیں۔ اس میں تین پانی کے تالاب ہیں جن میں فوارے اور آبشاریں ہیں۔ اس باغ کے دوسرے تختے پر ایک بارہ دری ہے جو صرف شاہی بیگمات کے لیے مخصوص تھی۔ باغ میں جو عمارت ہے اس کے دو ستون سنگ موسیٰ کے بنے ہیں۔(۲۱) اس باغ میں چنار اور سرو کے درخت آج بھی اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہے ہیں۔ موسم خزاں میں چناروں کا منظر بالکل اسی طرح دکھائی دیتا ہے جیسے ان سے آگ کے شعلے نکلتے ہوں۔

باغ عیش آباد

شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں جھیل ڈل کی مغربی جانب پل کے قریب ایک باغ لگوایا گیا اس کو باغ عیش آباد کہتے ہیں۔ سیندھ ندی سے ایک نہر کے ذریعے پانی لا کر اس باغ کو سیراب کیا جاتا تھا اور اس کے فوارے چلتے تھے۔ مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ اس کے سن تعمیر کے بارے میں بتاتا ہے جو کہ ۱۰۳۰ھ بمطابق ۱۶۲۱ء بنتا ہے۔

عیش آباد روضہ شاہی
از جہانگیر شہہ چویافت نظام
بہر تاریخ آں سروش بگفت
عیش آباد گلشن آرام (۲۲)

جہانگیر نے اپنی تزک میں باغ عیش آباد میں ایک سیب کے درخت کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ "اس پر ایک شگوفہ تھا جس کی سو پنکھڑیاں تھیں لیکن ان سیبوں کا ذائقہ کھٹا ہوتا ہے۔(۲۳)

باغ عنائت

ظفر خان احسن جو شہنشاہ شاہجہان کے عہد میں کشمیر کا گورنر تھا اس نے سری نگر میں سید ہمدانی کی زیارت سے متصل ایک باغ تعمیر کروایا۔ اس باغ کا نام "باغ عنایت" ہے۔ ظفر خان احسن جو اپنے بادشاہ کی طرح تعمیرات اور باغات کا شیدائی تھا اس نے مذکورہ باغ میں دور دور سے میوہ دار درخت اور پھولدار پودے منگوا کر لگوائے اور اس کے حسن کو آراستہ کیا۔

کوٹھی باغ

کوٹھی باغ دریائے جہلم کے بڑے بند کے قریب واقع ہے۔ اب اس باغ میں خوبصورتی کے نام کی کوئی شے باقی نہیں ہے اور صرف کھنڈرات باقی رہ گئے ہیں۔ اس کی چار دیواری گر چکی ہے اس کے احاطہ میں جس قدر خوبصورت عمارتیں تھیں سب زمانے کی گرد میں گم ہو چکی ہیں۔ اس جگہ پر ایک لڑکیوں کا ہائر سیکنڈری سکول کام کر رہا ہے۔

باغ گلشن

شاہجہانی عہد میں کشمیر کے گورنر ظفر خان احسن نے چار باغ تعمیر کروائے جن میں ایک گلشن بھی ہے یہ باغ سری نگر کے محلہ امیرا کدل کے قریب واقع ہے یہ باغ ۱۶۳۵ء میں تعمیر کیا گیا یہ باغ بھی اب آثار قدیمہ کی دلچسپی کا باعث ہی ہو سکتا ہے۔

مٹن بادشاہ باغ

سری نگر سے ۶۰ کلومیٹر دور پہلگام جاتے ہوئے دائیں جانب جہانگیر کے حکم سے آصف جاہ نے ۱۶۳۰ء میں ایک شاندار باغ تعمیر کروایا یہ جگہ مٹن سے تھوڑی نیچے کی جانب واقع ہے اب اس باغ کے صرف تباہ شدہ آثار ہی ہیں۔

منشی باغ

سری نگر میں امیرا کدل سے ایک میل کے فاصلے پر منشی باغ واقع ہے اس باغ کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے۔ اس کی چار دیواری گر چکی ہے البتہ اس کے اندر لگے ہوئے چنار اب تک موجود ہیں جو اس کی عظمت رفتہ کی داستان سنا رہے ہیں۔

نسیم باغ

شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر نے پہلی مرتبہ جب کشمیر میں فاتح کی حیثیت سے قدم رکھے تو یہاں نہ صرف شاندار عمارتیں تعمیر کرنے کا حکم دیا بلکہ جھیل ڈل کے کنارے دریا کی سیر کا لطف صحیح معنوں میں اٹھانے کے لیے ایک پرشکوہ باغ کا سنگ بنیاد بھی رکھا۔

"اس باغ کی تعمیر اکبر کے ایک غلام نواب نسیم خان نے اپنے آقا کے لیے کی۔(۲۴) اکبر کے بیٹے اور ولی عہد سلطنت جہانگیر نے بھی اس باغ کو اپنی ولی عہدی اور عہد حکومت میں نہ صرف دیکھا بلکہ اس کی خوبصورتی کو بڑھانے کی طرف بھی توجہ دی۔ اس باغ کے پرکیف اور ترو تازہ ماحول سے متاثر ہو کر جہانگیر نے اس کو "جنت الدنیا" کا نام دیا۔ شاہجہان کے عہد میں باغ کی خوبصورتی کو بڑھانے کے لیے اسے وسعت دی گئی اور شمالی گوشے میں تعمیرات کی گئیں اور باغ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا گیا۔ مذکورہ وسعت کی تاریخ "از بہشت عدن نسیم آمد" کہی گئی جس کے مطابق اس کی تاریخ تکمیل ۱۰۴۵ھ یا ۱۶۳۵ء بنتی ہے۔(۲۵)

محمد الدین فوق اپنی کتاب رہنمائے کشمیر میں نسیم باغ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نسیم باغ سے جھیل ڈل کا نظارہ دنیا کے تمام نظاروں سے زیادہ خوبصورت اور پرکشش ہے۔

نسیم باغ کو جب بنایا گیا تو اس میں بارہ صد چنار کے درخت لگائے گئے۔ جن میں سے اب بھی سینکڑوں عمر رسیدہ چنار لوگوں کو فرحت بخش اور صحت افزا سایہ مہیا کر رہے ہیں۔ اس باغ کی خوبصورت چار دیواری اب بے ترتیب پتھروں کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکی ہے لیکن وہ حسن جو فطرت کی طرف سے اس قطعہ اراضی کو ودیعت ہوا آج تک ماند نہیں پڑا۔

نشاط باغ

شالا مار باغ کے جنوب میں تقریباً دو میل کے فاصلے پر نشاط باغ واقع ہے، شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں ملکہ نور جہاں کے بھائی اور بادشاہ کے وزیر آصف جاہ نے اس باغ کو تعمیر کروایا۔ ۱۶۳۳ء میں شاہجہان مذکورہ باغ کی سیر کے لیے آیا۔ باغ کی سیر کے دوران شاہجہان نے تین مرتبہ آصف جاہ سے کہا کہ نشاط باغ کی تعمیر شالا مار باغ کے گوشے سے بھی اچھے گوشے پر ہوئی ہے۔ بادشاہ کے کہنے کا مقصد تھا کہ آصف جاہ اسے اس باغ کی پیش کش کرے لیکن آصف جاہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہ بات بادشاہ کو اچھی نہ لگی اس پر شاہ جہاں نے نشاط باغ کو سیراب کرنے والی اس نہر کا پانی بند کروا دیا۔ جو دراصل شالا مار باغ کو سیراب کرنے کے لیے ہارون جھیل سے نکالی گئی تھی اور اس سے آگے نشاط باغ کو پانی مہیا کیا گیا تھا۔ آصف جاہ اس پر بڑا غمگین ہوا لیکن اس نے بادشاہ سے کچھ نہ کہا۔ آصف جاہ کے ایک نوکر نے جب اسے غمگین

دیکھا تو اپنے آقا کے دکھ کو سمجھتے ہوئے اس نشاط باغ کے لیے پانی کا منبع دوبارہ کھول دیا جس سے فوارے پھر سے بلند ہونے لگے۔ آصف جاہ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے پانی دوبارہ بند کروا دیا۔ شاہ جہاں کو اس واقع کا علم ہوا تو اس نے نوکر کو اپنے حضور طلب کیا اور احکام کی خلاف ورزی کی وجہ کی دریافت کی۔ نوکر نے ساری بات تفصیل سے بادشاہ کو بتا دی۔ نوکر کی وفاداری اور آقا سے محبت دیکھ کر بادشاہ اس قدر خوش ہوا کہ اس نے نوکر کو انعام سے نوازا اور آصف جاہ کو ہارون نہر کا پانی استعمال کرنے کی اجازت دے دی۔

باغ نشاط ۵۹۵ گز لمبا اور ۳۶۹ گز چوڑا ہے۔ اس کے اردگرد ایک شکستہ دیوار ہے جس کی اونچائی ۱۳ فٹ تھی اب یہ اپنی خوبصورتی کھو بیٹھی ہے اس میں ایک صدر دروازہ واقع ہے اس باغ کو بھی چار خوشنما اور پرفضا طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ صدر دروازے سے داخل ہو کر سنگ مرمر کے کچھ زینے طے کرنے پڑتے ہیں اس کے بعد باغ کے پہلے طبقے پر نظر پڑتی ہے۔ اس میں ایک راہ گزر ہے جس کے دونوں جانب سنگ مرمر کے حوضوں میں فوارے لگائے گئے ہیں۔ اس کے بعد کچھ زینے جو کہ پتھر کے بنے ہوئے ہیں طے کرنے کے بعد دوسرا طبقہ ہے یہ زیادہ کشادہ اور خوبصورت ہے۔ اس کی چاروں اطراف فوارے لگے ہوئے ہیں۔ اس کے عین وسط میں ایک بارہ دری بھی بنائی گئی ہے۔ اس سے تھوڑا آگے جا کر پھر کچھ زینے طے کر کے انسان تیسرے طبقے میں پہنچتا ہے جو آگے پہاڑ کے دامن تک چلا گیا ہے اور چوتھا اور آخری طبقہ وہ ہے جہاں محل کے کھنڈرات ہیں۔ اس خاص طبقے میں جو فوارے لگے ہوئے ہیں ان کا پانی ایک آبشار کی شکل میں دوسرے طبقے میں گرتا ہے۔(۲۶) گو حوادث زمانہ کی بدولت یہاں کی تعمیرات بوسیدہ و شکستہ ہو کر اپنا حسن اور دلکشی کھو چکی ہیں لیکن موسم بہار میں اب بھی خود رو پھول اپنا جوبن دکھاتے ہیں یہاں کے چنار' سرو اور شمشاد اس کے مناظر کو فطری حسن بخشتے ہیں۔

باغ ویری ناگ

ویری ناگ کا مشہور گاؤں شاہ آباد پرگنہ میں سرینگر سے ۸۵ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے یہ گاؤں چشمہ ویری ناگ کی وجہ سے مشہور ہے جو کہ دریائے جہلم کا منبع ہے۔ اس چشمے کا قدیم نام نیل ناگ تھا۔ ہندوؤں کے مقدس پوران "نیل مت پوران" میں بھی اس تیرتھ کا ذکر ہے۔ ہندو دیومالا کے مطابق شو جی دیوتا نے اپنے ترشول کی ضرب سے زمین سے اس چشمے کا پانی نکالا تھا۔ اس خوبصورت اور دلربا جگہ پر جب تیموری حکمرانوں کی نگاہ پڑی تو انہوں نے اس قطعہ ارضی کے حسن کو بڑھانے کے لیے تعمیرات کروائیں اور باغ بنوائے لیکن اس سے پہلے

بھی یہ قطعہ ارضی ہندوؤں کے لیے اہمیت کا باعث رہا۔ ابو الفضل جو شہنشاہ اکبر کا درباری مورخ تھا اس نے اپنی تصنیف آئین اکبری میں تذکرہ کیا ہے کہ اس چشمے کے قریب پتھر سے بنے ہوئے کچھ مندر موجود ہیں۔

اس چشمے پر جو عمارتیں اور باغات وغیرہ ہیں ان کی تعمیر کا آغاز جہانگیر کے عہد میں ہوتا ہے لیکن یہ مکمل شاہجہان کے عہد میں ہوا۔ جہانگیر اپنی توزک میں لکھتا ہے کہ "یہ ہشت پہلو چشمہ ۲۰ گز لمبا اور ۲۰ گز چوڑائی میں ہے۔ اگرچہ اس کی گہرائی مجھے معلوم نہ تھی لیکن اس کا پانی اتنا شفاف تھا کہ ایک خشخاش کا دانہ پانی کی تہہ تک پہنچنے تک صاف دکھائی دیتا ہے بعد میں ایک ڈوری ڈال کے اس چشمے کی گہرائی کو ماپا گیا جو کہ قد آدم کا ڈیڑھ گنا تھی۔ چشمے میں بے شمار مچھلیاں ہیں۔(۲۷)

> "The shape of verinag is octagonal, and the sides of it are about 20 yards in length. Its basin, which is about 50 feet deep in the centre and 10 feet at the sides, was constructed by order of the emperor, between the years A.D. 1619 and 1632. (29)

چشمے کے گرد جو باغ تعمیر کیا گیا اس کے گرد ایک فصیل تراشیدہ پتھروں سے بنائی گئی تھی جو کہ اب جگہ جگہ سے شکستہ ہو چکی ہے۔ چشمے کے اندر سے ایک نہر بھی نکلتی ہے اس کے اندر کی گئیں عالیشان تعمیرات اب ناگفتہ بہ حالت میں ہیں۔ اس چشمے کے گرد ۲۴ محرابیں بھی بنائی گئیں تھیں۔ باغ کے اندر جو نقش و نگار بنائے گئے تھے وہ سب ختم ہو چکے ہیں جنوبی اور مغربی دیواروں پر جو تاریخی قطعہ فارسی زبان میں لکھا ہوا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے۔

"بادشاہ ہفت کشور شہنشاہ عدالت گستر ابو المظفر نور الدین جہانگیر ابن اکبر شاہ غازی بتاریخ سنہ ۵ جلوس دریں سرچشمہ فیض آئین نزول اجلاس فرمودند تاریخ"

از جہانگیر شاہ اکبر شاہ
ایں بنا سر کشیدہ بر افلاک
بانی عقل یافت تاریخش
قصر آباد و چشمہ ور ناگ

اس قطعہ کے آخر سے ۱۰۲۹ھ بمطابق ۱۶۲۰ء کی تاریخ نکلتی ہے۔ جہانگیر کی وفات کے بعد جب شاہجہان تخت نشین ہوا تو اس نے کشمیر میں کئی پر شکوہ اور عظیم الشان عمارتیں تعمیر کروائیں اور باغ بنوائے۔ اس نے ویری ناگ باغ کی طرف بھی توجہ دی۔ چشمے کے باہر ایک ٹوٹے

ہوئے سنگ موسیٰ پر ایک قطعہ کندہ ہے جس سے شاہ جہانی دور کی تعمیرات کا پتہ چلتا ہے۔

حیدر بحکم شاہ جہان بادشاہ دھر
شکر خدا کہ ساخت چنین آبشار جوئے
ایں جوئے دادہ است زجوئے بہشت باد
زین آبشار یافتہ کشمیر آبروئے
تاریخ جوئے گفت بگوشم سروش غیب
از چشمہ بہشت برون آمد است جوئے

اس آخری مصرعے سے ۱۰۳۶ھ بمطابق ۱۶۲۷ء کی تاریخ نکلتی ہے۔(۲۹)

حوالہ جات

1- Ancient Monuments of Kashmir, Ram Chand Kaka, Verinag Publishers, Mirpur A.J.K. 1990-P-93.

۲- "تیموری باغات کی خصوصیات" پروفیسر علم الدین سالک، کریسنٹ (اردو نمبر) اسلامیہ کالج، لاہور فروری ۱۹۴۳ء ص ۹۰-۹۶

۳- تزک جہانگیری مترجم اعجاز الحق قدوسی، مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۷۰ء ص ۲۱۸

۴- سون ادب (کشمیر نمبر) محمد یوسف ٹینگ، جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز، سری نگر ۱۹۷۸ء - ص ۲۵۹

۵- کاشر انسائیکلوپیڈیا محمد یوسف ٹینگ، جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز، سری نگر ۱۹۷۸ء - ص ۲۵۹

۶- گلدستہ کشمیر، پنڈت ہرگوپال کول خستہ، شیخ غلام محمد اینڈ سنز بکس سیلرز سری نگر ۱۹۸۶ء ص ۴۲

۷- مکمل تاریخ کشمیر، محمد الدین فوق، ویری ناگ پبلشرز میرپور آزاد کشمیر ۱۹۹۱ء- ص ۵۴۲

۸- کاشر انسائیکلوپیڈیا، محمد یوسف ٹینگ ص ۵۱

۹- سون ادب (کشیر نمبر) ص ۲۵۶

۱۰- سون ادب (کشیر نمبر) ص ۲۵۲

۱۱- تاریخ کشیر، سید محمود آزاد، ہاڑی گہل باغ، آزاد کشمیر مئی ۱۹۷۰ء ص ۱۰۰

۱۲- کاشر انسائیکلوپیڈیا، محمد یوسف ٹینگ ص ۱۶۷

۱۳- رہنمائے کشمیر، محمد الدین فوق، کشمیر ایجنسی لاہور ص ۹۶

۱۴- سون ادب (کشیر نمبر) ص ۲۴۶

۱۵- نگارستان کشمیر، ظہور الحسن ناظم، حیدر برقی پریس، دہلی ۱۳۵۲ھ ص ۸۲
۱۶- تاریخ کشمیر، سید محمود آزاد ص ۹۷
۱۷- تاریخ کشمیر، سید محمود آزاد ص ۹۹
۱۸- سون ادب (کشیر نمبر) ص ۲۵۳
۱۹- شالا مار باغ، محمد الدین فوق، ظفر برادرس تاجران کتب لاہور ۱۹۲۴ء ص ۵۰
۲۰- شالا مار باغ، محمد الدین فوق، ص ۵۲
۲۱- تاریخ کشمیر، سید محمود آزاد ص ۹۶
۲۲- سون ادب (کشیر نمبر) ص ۲۵۱
۲۳- تزک جہانگیری (جلد دوئم) (مترجم) اعجاز الحق قدوسی ص ۲۰۸
۲۴- نگارستان کشمیر، قاضی ظہور الحسن ناظم ص ۸۲
۲۵- سون ادب (کشیر نمبر) ص ۲۵۰
۲۶- مسلم ثقافت ہندوستان میں- عبدالمجید سالک، ادارہ ثقافت اسلامیہ پاکستان، لاہور، ۱۹۵۹
۲۷- تزک جہانگیری (جلد دوئم) مترجم اعجاز الحق قدوسی ص ۲۹۹

28- A Gazetteer of Kashmir, Charles-E-Bates- Verinag Publishers,Mirpur Azad Kashmir. P-395.

۲۹- گلدستہ کشمیر، پنڈت ہرگوپال کول خستہ ص ۴۷

کتابیات

۱- تاریخ کشمیر، سید محمود آزاد، ہاڑی گہل، باغ، آزاد کشمیر، مئی ۱۹۷۰ء

۲- تزک جہانگیری مترجم، اعجاز الحق قدوسی مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۷۷ء

۳- رہنمائے کشمیر، محمد الدین فوق، ظفر برادرس، تاجران کتب، لاہور- س- ن

۴- سون ادب (کشیر نمبر)، محمد یوسف ٹینگ جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز، سرینگر ۱۹۷۸ء

۵- شالا مار باغ، محمد الدین فوق، ظفر برادرس، تاجران کتب، لاہور ۱۹۲۴ء

۶- کاشر انسائیکلوپیڈیا (جلد اول)، محمد یوسف ٹینگ، جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز، سری نگر ۱۹۸۶ء

۷- گلدستہ کشمیر، پنڈت ہرگوپال کول خستہ، شیخ غلام محمد اینڈ سنز، بک سیلرز، سری نگر ۱۹۸۶ء

۸- مسلم ثقافت ہندوستان میں، عبدالمجید سالک، ادارہ ثقافت اسلامیہ پاکستان، لاہور ۱۹۵۹ء

۹- مکمل تاریخ کشمیر، محمد الدین فوق، ویری ناگ پبلشرز، میرپور، آزاد کشمیر ۱۹۹۱ء

۱۰- نگارستان کشمیر، ظہور الحسن ناظم، حیدر برقی پریس، دہلی ۱۳۵۲ھ

۱۱- مضمون : تیموری باغات کی خصوصیات، پروفیسر علم الدین سالک کریسنٹ (اردو نمبر) اسلامیہ کالج، ریلوے روڈ لاہور فروری ۱۹۴۳ء

12- A Gazetteer of Kashmir, Charles-E-Bates-Verinag Publishers, Meerpur A.J.K.

13- Ancient Monuments of Kashmir, Ram Chand Kak, Verinag Publishers Meerpur A.J.K. 1990

28-
Az